کارگل کے بعد

آغا غیاث الرحمن انجم

اطلاعات کے مطابق ہماری سیاسی قیادت کارگل سے مجاہدین کی واپسی یا پھر دستبرداری کا عمل کروا چکی ہے۔اور یہ پہلا موقعہ نہیں کہ پاکستان کی سیاسی قیادت نے کسی علاقے سے دستبرداری قبول کی ہو۔ بلکہ پاکستان کی باون سالہ تاریخ ہی مختلف علاقوں سے ہندوستان کے حق میں دستبرداری کی تاریخ ہے۔

۱۹۴۷ء میں ہماری سیاسی قیادت نے روپے میں سے بارہ آنے ہندوستان، بھارت کے حوالے کرنے اور چار آنے پاکستان اپنے پاس رکھنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ حالانکہ اصولی واخلاقی طور پر پورا ہندوستان ہمیں انگریز سے واپس لینا چاہیے تھا۔ کیونکہ غلامی سے قبل ہند کے مالک ہمیں تھے۔ اب اس بات کو ہماری کمزوری کہیے یا انصاف پسندی کہ سرزمین ہند میں سے صرف ۱/۴ علاقہ ہم نے پاکستان کے طور پر قبول کیا یا قبول کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اس کے بعد حیدر آباد، جونا گڑھ، کشمیر، گوا، دمن دیو، کارگل سرینگر روڈ ،سیاچین اور اب کارگل وقتاً فوقتاً کچھ تو بھارت کی پیش قدمی سے بھارت کے قبضے میں اور کچھ ہماری دستبرداری کی شکل میں ہمارے ہاتھوں سے نکل کر بھارت کی آغوش میں چلے گئے۔

مشرقی پاکستان ہمارا ایسا بازو تھا جو ہمارے جسم سے کم و بیش ایک ہزار میل کے فاصلے پر تھا اور بیچ میں بھارت بیٹھا ہوا تھا۔ نہ مغربی پاکستان کی زمین مشرقی پاکستان سے ملتی تھی نہ ہوا نہ پانی اور نہ دریا ایک لمبا ہوائی، بحری چکر کاٹ کر بھارت سے بچتے بچاتے ہم مشرقی پاکستان پہنچتے تھے لیکن ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان بھارت کا بازو تو نہ بنا لیکن وہ مشرقی پاکستان بھی نہ رہا۔ البتہ بنگلہ دیش ضرور بن گیا۔ یہ سانحہ ایک ایسی پر اسرار اور لمبی داستان ہے جو حقیقت میں بھائی کو بھائی سے لڑانے اور ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی ایک سازش تھی۔ جس میں ہمارے ایسے ایسے مہربان بھی شامل اور شریک ہیں جن کے نام ہماری ہر سیاسی قیادت از راہ مروت آج تک حرف شکایت کے طور پر زبان پر نہیں لاسکی اور پاکستان کے ارباب کرسی واختیار کی ہمیشہ یہ ادا رہی ہے کہ انہوں نے ہر اہم معاملے پر قوم کو ہمیشہ اندھیرے میں بلکہ دھوکے ہی میں رکھا۔

داورِ حشر میرا نامۂ اعمال نہ پوچھ
اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں امریکہ کی بڑھکیں اور اس کا ساتواں بحری بیڑا بظاہر ہمیں بچانے کے لئے آتا رہا بلکہ اس کے آنے کی بجائے ہمارے حکام اس کے آنے کی خوشخبریاں بڑے اہتمام کے ساتھ سناتے رہے مگر پوری دنیا نے یہ ضرور سن لیا اور دیکھ لیا کہ بنگلہ دیش بن گیا ہے۔

اب کارگل کے تازہ معاملہ میں بھی یہی کچھ ہورہا ہے۔ پاکستان کی برسر اقتدار سیاسی قیادت کے دو اہم ستون وزارت خارجہ اور وزارت اطلاعات عرصہ تین ماہ سے تمام کام چھوڑ کر یہی یقین دہانی کرانے میں شب و روز مصروف ہیں کہ کارگل اور کشمیر کے مسئلہ پر تمام ممالک بالخصوص امریکہ و برطانیہ کا ہر بیان پاکستان ہی کی تائید کررہا ہے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ اور وزیر اطلاعات اور ان کے محکموں نے امریکہ اور صدر کلنٹن کے ہر بیان کو پاکستان کی تائید ثابت کرنے پر اتنی لایعنی اور دور از کار تاویلیں کی ہیں کہ پوری پاکستانی قوم انکی خوامخواہ کی تاویلوں سے تنگ آچکی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بیان صدر امریکہ دیتے ہیں اور اس کے معانی پاکستان کے وزیر خارجہ اور وزیر اطلاعات بیان فرماتے اور سمجھاتے ہیں۔ اس عاقبت نا اندیشانہ طرز کے علاوہ پاکستان کے یہ دونوں وزرائے کرام شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر یہ تأثر دے رہے ہیں کہ پاکستان نے کشمیر کے مسئلے کو محض بین الاقوامی شہرت دینے کے لیے کارگل کے مسئلے کو چھیڑا اور اس چھیڑ خانی کے بعد ہماری قیادت یہ سمجھتی اور سمجھاتی ہے کہ اس نے بہت بڑا تیر مار لیا ہے اور اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوچکی ہے۔ یہ گویا اپنے اوپر لگے مداخلت کے الزام کو قبول کرنا اور بھارت کے مؤقف کو سچ ثابت کرنا ہے کہ پاکستان مداخلت کار ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ تو نصف صدی پرانا ہے جو بین الاقوامی برادری کی عدم توجہی اور اپنوں کی احمقانہ پالیسیوں کا شکار ہے۔ اس حماقت کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ یوں لگتا ہے کہ بڑے ممالک ہمیں منہ لگانے سے کترا رہے ہیں۔ ان حالات کے باعث پاکستان کی بعض سیاسی جماعتوں اور لیڈروں نے پر پرزے نکال کر اپنی اپنی دکان سجانا شروع کردی ہے اور کارگل کے مسئلہ کو غنیمت جانتے ہوئے کشمیری مجاہدین اور شہداء کی لاشوں پر اپنے اقتدار کے محلات کی تعمیر کے خواب دیکھنا بھی شروع کردیئے ہیں اس میں شک نہیں کہ کارگل سے مجاہدین کی واپسی کی حامی اور مخالف جماعتوں اور لیڈروں میں مخلص، فعال، باکردار اور ایثار پیشہ لوگ بھی موجود ہیں جو قربانی دینا جانتے ہیں لیکن اکثریت ان کی ہے جن کو صرف اور صرف اقتدار حاصل کرنے ہی میں دلچسپی ہے۔

بھارت میں بھی سیاسی جماعتوں اور سیاسی بازی گروں کا یہی حال ہے۔ لگتا ہے کہ کشمیر کارگل کی وجہ سے پورا بھارت اعصابی تناؤ اور ذہنی دباؤ کا شکار اس قدر ہوچکا ہے کہ وہاں کے بیشتر ٹی۔وی پروگراموں اور ڈراموں میں بھی ہیر پھیر کر کے کارگل کشمیر کا ذکر کسی نہ کسی طور پر ضرور آجاتا ہے۔ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بھارت کے سیاست باز فلمی فنکاروں اور کھیل کھلاڑیوں تک کو اس مسئلے میں گھسیٹ لائے ہیں۔

اتفاق سے بھارت میں انتخابات بھی نزدیک ہیں۔ اس لئے وہاں پر ہر سیاسی جماعت اور سیاسی لیڈر مجبور ہے کہ وہ کارگل کشمیر کو کسی نہ کسی طور پر اپنی انتخابی مہم کا حصہ یا مدعا بنائے، لیکن جہاں تک متعصب ہندو جماعتوں کا تعلق ہے ان کی زندگی اور بقا اسی میں ہے کہ وہ مذہبی نفرتوں کو ہوا دیں۔ اس لئے یہ ہو نہیں

سکتا کہ وہ کارگل کشمیر کو مذہبی نفرت کا رنگ دے کر بھارت کی سبکی کا انتقام بھارتی اقلیتوں سے نہ لیں۔ ویسے بھی وہاں کی متعصب اور تنگ دل ہندو جماعتوں کی نفسیات یہ ہے کہ بھارت اگر جنگ، سیاست یا کھیل کے میدان میں شکست اور ذلت سے دو چار ہو تو یہ جماعتیں کسی نہ کسی انداز میں اس کا انتقام بھارتی اقلیتوں سے ضرور لیتی ہیں اور احمد آباد کے حالیہ فسادات اسکی روشن دلیل ہیں۔

لیکن اس بار تو مشہور فرقہ پرست جماعت شیوسینا نے گراوٹ کی انتہا کر دی۔ جب اس نے فلمی دنیا کے نامور ہیرو دلیپ کمار جیسے بے ضرر اور انسان دوست شخص کو اپنی بلیک میلنگ کا نشانہ بنانے کی پوری کوشش کی اور ان کے خلاف ممبئی میں جلوس نکال کر مطالبہ کیا کہ وہ پاکستان کی طرف سے ملنے والا اعزاز پاکستان کو واپس کر دیں۔

اس سارے پلان کا ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے اور پوری دنیا انڈین ٹی۔وی پر یہ منظر اپنی آنکھوں دیکھ چکی ہے کہ شیوسینا کی اس انتہائی گھٹیا حرکت کو وہاں کی حکومت اور انتظامیہ کی باقاعدہ آشیر واد حاصل تھی۔

اس لئے ضروری ہو گیا ہے۔ کہ پاکستان کی قیادت اور پاکستان کی پوری پبلک ٹھنڈے دل و دماغ، حقیقت پسندی، سنجیدگی اور پوری یکجہتی کے ساتھ نئے سرے سے پوری صورت حالات کا جائزہ لے۔ کھوکھلے نعرے، جذباتی باتیں، جھوٹے وعدے اور گھر بیٹھے دلّی کو فتح کرنے اور دلّی کے لال قلعہ پر سبز ہلالی پرچم لہرانے کے خواب دیکھنا دکھانا ترک کر دے۔

اپنی غلطیوں، کمزوریوں، گناہوں کا اعتراف کرے خداوند کریم کے حضور سچے دل کے ساتھ معافی مانگ کر نیک نیتی، پوری محنت اور خلوص کے ساتھ ملک و قوم کو زراعتی، صنعتی اور دفاعی لحاظ سے خوش حال اور مضبوط ہی نہیں بلکہ خود کفیل بنانے کیلئے اپنی جدوجہد کا آغاز کر دے۔ قومی مفاد اور ملکی سلامتی کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ بغیر کسی احساس کمتری کے دنیا کے تمام ملکوں کے ساتھ تعلقات استوار کئے جائیں۔ اور ان کے ساتھ ہمہ گیر معاہدات کئے جائیں۔

ہم اب تک اپنی حماقتوں اور خودغرضیوں کی وجہ سے ملک و قوم کو ذلت اور تباہی تک پہنچا چکے ہیں۔ یہ سلسلہ فی الفور بند ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ عالمی حالات صاف بتا رہے ہیں۔ کہ اب اسکی مزید کوئی گنجائش نہیں۔

کھول کر آنکھیں میرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی اک دھندلی تصویر دیکھ